پروفیسر میاں محمد شریف

لبرل اقتصادیات میں نفیٔ قدر کا تخیّل

جس طرح لبرل اقتصادیات قدر بالذات اور قدر بالواسطہ کے فرق کو نظر انداز کر دیتی ہے اسی طرح ابتدائی دور میں اس نے قدر و قیمت اور اس کی ضد یعنی نقیضِ قدر کے فرق کو بھی نظر انداز کر دیا تھا اور پھر جب اس نے اسے تسلیم کیا اور "قدرِ منفی" کی اصطلاح قدر و قیمت کے اثباتی تصور کے مقابلہ میں استعمال کی تو در حقیقت دونوں اصطلاحوں کو غلط معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ابتدائی دور کے معاشیین کے نزدیک دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو قدر و قیمت کا وجود تسلیم کیا جائے یا ان کا عدم۔ اشیاء ان کے نزدیک یا تو کارآمد ہو سکتی ہیں یا بیکار۔ تیسری کوئی صورت نہیں۔ اگر ان کی خواہش کی جاتی ہے یعنی وہ مطلوب ہیں تو وہ مفید ہیں اور قدر و قیمت رکھتی ہیں اور اگر ان کی خواہش نہیں کی جاتی تو وہ بیکار ہیں اور قدر و قیمت کے لحاظ سے غیر متعلق۔ ان کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں کہ جو قدر و قیمت کی نفی کرے، یعنی اثباتی اور واقعی طور پر مضر ہو۔

ان معاشیین نے اس میں نفسیاتی حقیقت کو قطعاً نظر انداز کر دیا کہ ٹھیک اسی طرح جیسے ہم بعض چیزوں کی خواہش کرتے ہیں بعض دوسری چیزوں سے ہم متنفر بھی ہوتے ہیں اور اس اخلاقی حقیقت کو بھی کہ جس طرح بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی خواہش کی جانی چاہیئے، بعض ایسی بھی ہیں کہ جن سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر مقدم الذکر اقدار ہیں تو مؤخر الذکر نقیض ہائے اقدار ہیں۔ قدر اور نقیضِ قدر دونوں کا وجود نفسیات اور اخلاقیات دونوں کے اعتبار سے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ عمومی طور پر اگر حسن، لذت، صداقت، محبت، رحمدلی، اور آزادی اقدار کا درجہ رکھتی ہیں تو ان کے اضداد قبح، الم، کذب، دشمنی، سنگدلی، ظلم، مرض اور غلامی نقیض ہائے اقدار ہیں۔ اسی طرح وہ چیزیں جو اقدار کے حصول میں معاون ہیں قدر و قیمت رکھتی ہیں اور جو ان کے اضداد کی طرف لے جاتی ہیں

وہ قدر و قیمت کی نفی کرتی ہیں۔ لیکن ان اقتصادی مفکرین کی دنیا میں نقیضِ قدر کا وجود ہی مشکل سے تسلیم کیا جائے گا۔ قدر و قیمت رکھنے والی اشیائے ذی افادہ کے علاوہ ان کے نزدیک اشیائے غیر متعلقہ کا وجود تو ہے مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو ضرر رساں ہو۔ اشتراکیین اور پرستارانِ تخیل تو سماج کے تخیلی تصورات کی پرستش ہی کرتے رہ جاتے ہیں مگر قدیم معاشیین کے نزدیک تو اقتصادی نظام بذاتِ خود ایک بہشت ہے اس میں برائی کا شائبہ تک نہیں کیونکہ برائی نقیضِ قدر ہے اور نقیضِ قدر کا وجود ہی نہیں۔

یہ تخیل لازمی نتیجہ تھا لذتی نفسیات کا۔ کیونکہ اگر تمام خواہشات کا مقصود حصولِ لذت ہے اور لذت ہی تمام تر خیر و خوبی ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی خواہش بھی بری نہیں اور نہ کوئی ایسی چیز بری ہو سکتی ہے کہ جس کی خواہش کی جا سکے۔ کسی کو قتل کرنے یا زہر دینے کی خواہش اتنی ہی اچھی ہے کہ حقیقی انسانیت کی خدمت یا علم کا حصول۔ یہ کہہ دینے سے کہ لذت بہ لحاظِ اقسام مختلف ہوتی ہے اور ایک کتب خانہ کی خریداری کی خوشی ایک قاتل کو مول لے لینے کے لطف سے بہتر ہے مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ بری خواہشوں کے وجود کو پھر بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ اقتصادی نظام خواہشات کے باہمی ردِّ عمل کا نتیجہ ہے اور اس بنا پر خیرِ کلی ہے اسی لئے قدامت پرست معاشیین نے یہ سمجھ لیا کہ اقتصادی نظام لازمی طور پر انسانیت کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہوں نے نہ تو تنفر کی نفسیاتی حقیقت کو تسلیم کیا اور نہ اخلاقی حیثیت سے قابلِ احتراز چیزوں کی حقیقت کو۔ انہیں نہ تو ان چیزوں کا احساس ہے جن سے احتراز کیا جاتا ہے نہ ان کا جن سے احتراز کرنا چاہیئے۔

جیونس کے زمانہ تک بہت ہی کم تعداد معاشیین کی ایسی تھی کہ جنہوں نے قدرِ منفی کا وجود تسلیم کیا اور شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس نظریہ کی تدوین کی ہو[۱]۔ خود جیونس نے محسوس کیا کہ "اگرچہ معاشیین نے افادہ اور اشیائے قابلِ افادہ پر بہت کچھ کہا ہے لیکن انہوں نے شاید ہی کبھی اس کے برعکس الفاظ استعمال کئے ہوں[۲]"۔ پھر جب معاشیین نے نفیِ قدر کے تصور کو سمجھنے کی کوشش کی تو انہوں نے اسے سمجھنے میں غلطی کی اور ان چیزوں کو نقیضِ اقدار سمجھ لیا جو دراصل اقدار کی نفی کرتی ہی نہیں۔

۱۔ جیونس۔ "اصولِ اقتصادیات" صفحہ ۱۳۴ (PRINCIPLES OF ECONOMICS)

۲۔ کتاب محولہ السبق صفحہ ۹۔

میکلیوڈ (MACLEOD) شاید پہلا معاشی مفکر تھا جس نے اس پر اصرار کیا کہ اقتصادیات مثبت اور منفی دونوں قسم کی مقداروں سے متعلق ہے لیکن اس نے قدرِ منفی کی اصطلاح قرضہ کے لئے استعمال کی جو خود جیونس کے نزدیک بھی "نقیضِ قدر کے اس تصور سے بلا واسطہ کوئی تعلق نہیں رکھتا جو افادیت پر مبنی ہے[1]" لیکن کیا اسے (قرضہ کو) نقیضِ قدر سے بالواسطہ بھی کوئی تعلق ہے؟ میرے خیال میں یہ صاف ظاہر ہے کہ قرضہ چونکہ ایک تکلیف دہ صورتِ حال سے رہائی بخشتا ہے اس لئے اثباتی طور پر قدر و قیمت رکھتا ہے افادی لحاظ سے احمقانہ طور پر مقروض ہو جانا بھی نقیضِ قدر نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ جو تکلیف دہ نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں وہی غیر عاقلانہ طور پر حاصل کئے ہوئے تلذذ سے بھی ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس قسم کے نتائج کے باوجود تلذذ کو افادیت کی اصل قرار دے دیا گیا ہے۔

پھر قرضہ کا وجود اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے حصول کی خواہش قرض لینے والے کو اور قرض دینے کی خواہش قرض دینے والے کو نہ پیدا ہو اور افادہ کی تعریف ہی یوں کی جاتی ہے کہ وہ ایک صفت ہے جو ہر اس چیز میں پائی جاتی ہے جس کی خواہش کی جاتی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ قرض اس وقت مصیبت کا باعث بن جاتا ہے جب اسے ادا کرنا دشوار ہو جاتا ہے لیکن یہ صورت تو ہر کاروباری معاملہ کے دوران میں پیدا ہو سکتی ہے وہ چاقو جو ایک شخص خریدتا ہے افادہ رکھتا ہے خواہ وہ اسے اپنا گلا کاٹنے ہی کے لئے کیوں نہ خریدے۔ جنسی تلذذ کی خواہش کی جا سکتی ہے اور اسے خریدا بھی جا سکتا ہے اس لئے وہ افادہ رکھتا ہے خواہ اس کا نتیجہ زندگی بھر کے روگ اور مصیبت ہی کی شکل میں کیوں نہ ظاہر ہو۔ اس خیال کی تصدیق جیونس کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "وہ چیز بھی جو کسی کے لئے تکلیف دہ ہو بنا واقفیت کی بنا پر خواہش کا محور بن جا سکتی ہے، اور اسے خریدا اور استعمال کیا جا سکتا ہے اگر ایسا ہو تو وہ چیز حاملِ افادہ قرار دی جائیگی[2]" اسی قسم کی تصدیق کینن کے خیال سے بھی ہوتی ہے جو قیمتی اشیاء مبادلہ میں وسکی کو شامل کرتا ہے" اگرچہ شراب خوار کی مجنونانہ بدمستی دماغی مرض کی شکل میں ہی کیوں نہ ظاہر ہو۔ اور

---

[1] - اصول اقتصادیات - صفحہ ۱۳۵

[2] - جیونس - اصول اقتصادیات صفحہ ۱۲

کو کینن کو بھی" اگرچہ وہ اسی کو تسکین بخشتے جو اس کی لت میں پڑ کر ہوش و حواس کھو چکا ہو۔[1] ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ افادی نقطۂ نظر سے قرض کو افادۂ منفی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اب آئیے جیونس کے نظریۂ نقیض قدر پر غور کریں۔ اس کا خیال کہ "جس طرح اثباتی طور پر قدر و قیمت کا تعلق اشیاء مبادلہ کی افادی صلاحیت پر ہے اسی طرح منفی طور پر نقیض قدر و قیمت اشیاء کی غیر افادی کیفیت سے متعلق ہے۔ جس طرح ہم بعض اشیاء زیادہ سے زیادہ مقدار میں حاصل کرنا چاہتے ہیں، تقریباً اتنی ہی تعداد بعض دیگر اشیاء کی ایسی ہوتی ہے کہ جنہیں ہم جتنا ہو سکے کم کرنا اور اپنے سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔"[2] قدرِ منفی اس طور پر افادہ منفی سے متعلق ہے۔ اسی بنا پر کسی چیز سے محترز رہنے کی خواہش سے متعلق ہے۔ کوڑا کرکٹ، گندا پانی، راکھ، غلاظت وغیرہ کو وہ مثال میں پیش کرتا ہے اور ذوق سلیم کی داد دیجئے کہ محنت کو بھی وہ اس پاکیزہ زمرہ میں شامل کرتا ہے۔

محنت پر تو ہم پھر غور کریں گے جب مارشل کا نظریۂ نقیضِ قدر زیر بحث آئے گا۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ آیا محنت کے علاوہ یہ دوسری (پاکیزہ) چیزیں واقعی نقیضِ قدر ہیں؟ میرے خیال میں یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسا نہیں۔ نقیضِ قدر ہونا تو درکنار یہ سب اثباتی طور پر قدر و قیمت رکھتی ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کا ثبوت یہ ہے کہ یہ سب مبادلہ اور خرید و فروخت کے قابل ہیں اور ہر وہ چیز جو مبادلہ اور خرید و فروخت کے قابل ہو قدر و قیمت رکھتی ہے کیونکہ وہ مطلوب ہوتی ہے اور جو کچھ مطلوب ہے وہ افادہ کی صلاحیت رکھتا ہے۔[3] ان چیزوں کو بہت سی تجارتی جماعتیں اور میونسپلٹیاں فروخت کرتی ہیں لیکن کیا انہیں بیچنا ممکن ہے بغیر خریدار کے؟ اور ان کے خریدار کیسے پیدا ہوں گے جب تک ان کی خواہش نہ کی جائے؟ اور اگر ان کی خواہش کی جا سکتی ہے تو انہیں کوئی شخص ناقابلِ مبادلہ کیسے قرار دے سکتا ہے جو اشیاء مبادلہ کی تعریف ہی یوں کرے کہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کی خواہش کی جائے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ خریدار ان چیزوں کا خواہشمند ہوتا ہے مگر ان چیزوں کے مالک انہیں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے، اس لئے یہ اشیاء نقیض افادہ ہیں۔ درست، مگر یہی حال تمام پیداوار کا ہے۔ اگر کوئی جماعت اپنے

---

[1] کینن۔ اقتصادی نظریہ پر ایک تبصرہ:- CANAAN: A REVIEW OF ECONOMIC THEORY. P. 51

[2] جیونس۔ اصول اقتصادیات صفحہ ۱۳۴

[3] جیونس "اصول اقتصادیات" صفحہ ۶-۷

گندگی اور غلاظت کے ذخیرہ کی مقدار گھٹانا چاہتی ہے تو اسی طرح فورڈ صاحب بھی اپنے موٹروں کو بیچ کر ان کا ذخیرہ گھٹانا چاہتے ہیں۔ ہر کارخانہ دار اپنے ذخیرہ کو بیچ ڈالنا چاہتا ہے نہ کہ خود اپنے پاس جمع رکھنا۔ لیکن اس بنا پر اس ذخیرہ کو افادہ منفی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہو تو تمام اشیاء غیر مفید قرار دی جائیں گی اور قابل افادہ کوئی بھی نہیں۔ لیکن یہ پھر بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بڑے تجارتی شہروں میں اور ان مقامات میں جن کی جغرافیائی حیثیت کی بنا پر وہاں ان چیزوں کو تجارتی و دیگر مقاصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا، ان چیزوں کی کوئی مانگ نہیں۔ ایسی صورت میں وہ عام مفہوم کے اعتبار سے اشیاء مبادلہ نہیں ہوتیں اور ان کے دور کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت انہیں دور کرتے وقت جو کچھ مطلوب ہوتا ہے وہ بذات خود ان چیزوں کا دور کرنا نہیں بلکہ ان چیزوں کا حاصل کرنا ہے کہ جو انہیں دور کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ صاف سڑکیں، صاف ستھرا ماحول، پاکیزہ حمام، خوش آئند گھر۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو دراصل مطلوب ہوتی ہیں اور یہ چیزیں مطلوب ہونے کی حیثیت سے اشیاء کا درجہ رکھتی ہیں نہ کہ نفی اشیاء کا۔ افادہ رکھتی ہیں نہ کہ نقص افادہ، جیسا کہ کینن کہتا ہے "ہمیں اشیاء اور خدمات کی افادی حیثیت کو محض اس لئے نظر انداز نہ کر دینا چاہیئے کہ وہ خریدی یا بیچی نہیں جاتیں اور اس لئے قدر و قیمت سے محروم معلوم ہوتی ہیں۔ وہ مالک مکان جو اپنے مکان کے راستہ اور اس کے پاس کی روشوں سے برف دور کرتا ہے افادہ میں اسی طرح افزائش کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ بلدیہ کا وہ ملازم جو اسے شاہراہوں سے دور کرتا ہے۔"[1]

اب ہم مارشل کے نظریۂ نفی قدر پر غور کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ جیونس کے نظریۂ محنت پر بھی۔ مارشل کے نزدیک مانگ کا دار و مدار اشیاء کے حصول کی خواہش پر ہے اور اشیاء کی فراہمی کا دار و مدار اشیائے نقیض افادہ سے ابا کرنے کے جذبہ پر قابو پانے پر[2]۔ یہ اشیائے نقیض افادہ دو قسم کی ہوتی ہیں، محنت، اور استعمال سے باز رہنے کے دوران کی کلفت۔ ہم استعمال سے باز رہنے کی کلفت پر آئندہ کسی موقع پر

---

[1] :۔ کینن۔ "اقتصادی نظریہ پر تبصرہ" صہ ۵۱

[2] : مارشل "اصول اقتصادیات" جلد اول۔ مطبوعہ ۱۹۲۲ء صہ ۱۴۰

غور کریں گے۔ یہاں ہم محنت پر بحث کریں گے۔ جیونس کا خیال ہے کہ "محنت ان اشیا میں سب سے زیادہ اہم ہے کہ جو نقیضِ قدر رہیں"۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ محنت کو نقیضِ قدر قرار دینے میں جیونس اور مارشل دونوں ہم آہنگ ہیں۔ باوجودیکہ ان کے اعاظم متقدمین میں سے ایڈم اسمتھ نے سے قدر و قیمت کا مخزن اور میزان قرار دیا تھا اور ریکارڈو نے قدر و قیمت کے حصول کا سبب اور معیار اور باسشیت (BASTIAT) نے قدر و قیمت کی بنائے تعین اور مارکس نے قدر و قیمت کا سبب اور علت۔ بے شک محض ان لوگوں کے نام لے دینے سے جن کی رائے اس کے برعکس ہے نظریۂ زیرِ نظر رد نہیں ہو جاتا۔ آیئے ہم خود غور کریں کہ آیا محنت واقعی نقیضِ قدر ہے۔ جیونس کے نزدیک ایسا ہی ہے کیونکہ وہ زحمت و مشقت برداشت کئے بغیر نہیں انجام پا سکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زحمت و مشقت برداشت کرنا محنت کا لازمی جزو ہے۔ مگر کیا محنت واقعی تکلیف دہ ہے؟ اگر ایسا ہو تو کوئی اسے برداشت کرنے کی خواہش نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ معاشیین اصولی طور پر فرض کر چکے ہیں کہ کسی ایسی چیز کی خواہش نہیں کی جا سکتی جو تکلیف دہ ہو۔ لیکن صرف یہی ایک حقیقت کہ عالمِ انسانیت کی ایک بہت بڑی اکثریت کسی نہ کسی قسم کی محنت کرنے والوں پر مشتمل ہے اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اس کی خواہش کی جاتی ہے اور چونکہ اس کی خواہش کی جاتی ہے اس لئے وہ مفید ہے اور کسی بنا پر اسے منافیِ افادہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

کہا جا سکتا ہے کہ محنت ہے تو نقیضِ افادہ لیکن لوگ اسے برداشت کر لیتے ہیں، نہ اس لئے کہ وہ خود مفید ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ذریعے وہ اشیاء حاصل ہوتی ہیں کہ جن کی دراصل خواہش کی جاتی ہے۔ لیکن اولاً وہ چیز کہ جو اشیائے قابلِ افادہ کی پیداوار کا سبب ہو ذریعہ ہونے کے لحاظ سے خود بھی مفید ہو گی، اگرچہ اس کی حیثیت قدر بالواسطہ یا قدر بحیثیتِ ذریعہ قرار دی جائے گی نہ کہ قدر بالذات محض بدمذاقی ہے کہ جس کی بنا پر جیونس اور مارشل محنت کو نقیضِ افادہ اور باعثِ الم قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ مقدم الذکر تسلیم کرتا ہے کہ "وہ نتائج کے لحاظ سے لذت بخش ہے"[1] اور موخر الذکر کو ماننا پڑتا ہے کہ "وہ تقریباً ہر قسم کے لطف و مسرت کا ابتدائی سرچشمہ ہے"[2] ثانیاً جو کچھ اس بنا پر محنت کے متعلق کہا

---

[1] جیونس "اصول اقتصادیات"، صفحہ ۱۳۵۔ [2] مارشل "اصول اقتصادیات" صفحہ ۲۳۳ جلد اول مطبوعہ ۱۹۲۲ء

سکتا ہے وہی حال ہر قسم کی اشیائے مبادلہ کا ہے۔ خود مارشل ہی کا قول ہے کہ اصلاً اشیائے مبادلہ کی خواہش بذات خود ان کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اس لطف و راحت کے خاطر ہوتی ہے کہ جو ان اشیاء کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ ان سب کی قدر و قیمت لطف و انبساط کے ذرائع ہونے کے لحاظ سے ہے مقصود بالذات ہونے کی حیثیت سے نہیں۔

مارشل کا خیال ہے کہ محنت نقیض افادہ ہے کیونکہ اس سے جسمانی اور دماغی تکان پیدا ہوتی ہے اور وہ (عموماً) ناخوشگوار ماحول میں انجام دی جاتی ہے اور اس میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ دوسرے تفریحی مشاغل میں یا علمی اور سماجی مقاصد کی تکمیل میں صرف کیا جا سکتا تھا[۱] لیکن ظاہر ہے کہ یہ حالات جن کی بنا پر محنت کے ساتھ ساتھ ان کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہیں اگر یہ چیزیں ممکن نہ ہوں جب بھی محنت، محنت ہی رہے گی اور اگر ان کی عدم موجودگی کی صورت میں مختلف منافع افادہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ وہ بذاتہا نقیض افادہ نہیں۔

اس نتیجہ کی تائید مارشل کے اپنے مسلمات سے ہوتی ہے وہ اس قسم کی محنت شاقہ کی افادیت کو تسلیم کرتا ہے جو بذاتِ خود مقصود ہو۔ مثلاً پہاڑوں پر چڑھنا، کھیل کود، یا علمی اور ادبی مشاغل میں انہماک اور بہت سے ایسے کارنامے جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے انجام دیئے جاتے ہیں۔ اسے اس کا بھی احساس ہے کہ "جب آدمی اُجرت پر کام کر رہا ہو تو بسا اوقات اسے اپنے کام کے دوران میں لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔" چنانچہ ایسے موقعہ پر اس کی محنت نقیض افادہ نہیں قرار دی جا سکتی۔ لیکن اس کے نزدیک کام کے دوران کا یہ لطف نظر انداز کر دینے کے قابل ہے کیونکہ کام کرنے والا عموماً کام کے دوران میں اس کی تکمیل سے قبل ہی اتنا تھک چکا ہوتا ہے کہ جب کام کے ختم کر دینے کا وقت آتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے۔ اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اگر وہ کام کے اختتام کا وقت آ جانے پر خوش بھی ہو تو یہی ایک بات کہ اس نے کام اپنے ذمہ لیا تھا اس کا کافی ثبوت ہے کہ اس کی اپنی نظروں میں کام انجام دینے کے منافع کہیں زیادہ ہیں بہ نسبت اس کے مضار کے۔ وہ باوجود اس کی حضرت کے اُسے انجام دینے کی خواہش رکھتا

---

[۱] مارشل۔ اصول اقتصادیات صفحہ ۱۴۱،

ہے اور چونکہ نہیں ان میں معاشیین نے یہ بتایا ہے کہ خواہش ہی افادہ کا واحد معیار ہے ہم اس نتیجہ سے باز نہیں رہ سکتے کہ اس قسم کا کام بھی افادی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

اب مارشل کا صرف یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ وہ کام جو لوگ روپیہ کمانے کی خاطر انجام دیتے ہیں لازماً منافیٔ قدر ہے۔ غالباً اس کا خیال یہ ہے کہ اس قسم کا کام بذاتِ خود ناخوشگوار ہے اس کی ناگواری صرف روپیہ حاصل کرنے کی خاطر برداشت کر لی جاتی ہے لیکن یہ یہاں دراصل تجزیہ استدلال کی خرابی کا باعث ہے مارشل کا یہ خیال کام اور اس کے نتائج کے درمیان تفریق پر مبنی ہے لیکن ایسا کرنا افادیت کے عطا کئے ہوتے اسی ایک سبق کو بھلا دیتا ہے کہ جو واقعی مفید ہے یعنی یہ کہ کسی فعل کی قدر و قیمت کا فیصلہ بغیر اس کے نتائج کا لحاظ کئے ہوتے نہیں ہو سکتا۔ اگر محنت سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مزدور کے اپنے نزدیک ان نتائج کا خوشگوار اثر کہیں زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اس کے ناگوار اثرات کے اس لئے مجموعی طور پر اس کی محنت اس کے لئے خوشگوار ہی ہوتی ہے۔

لیکن کیا کسی اور حیثیت سے محنت واقعی ناخوشگوار ہے؟ تکلیف اور ناگواری کے مخصوص اسباب میں فاقہ کشی، بیماری، غلامی، مظلومیت، ناقابلِ حصول توقعات۔ اور اسی قسم کے جذبات ہیں جیسے غیظ و غضب، خوف و ہراس، عشق و محبت اور ہمدردی وغیرہ۔

جہاں تک ان جذبات و عواطف کا تعلق ہے انہیں تو معاشیین اپنے موضوع سے غیر متعلق سمجھتے ہیں۔ بے بنیاد توقعات اور ناقابلِ حصول امیدیں تو ان لوگوں کا حصہ ہیں جنہیں فرصت اور اطمینان تو حاصل ہے کہ خیالی محل بناتے رہیں لیکن اتنی قوت و مقدرت نہیں کہ ان عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ محنت منبعِ تکمیل ہے۔ محنت نہیں محنت کے علاوہ کچھ اور قوتیں ہیں جو امیدوں کو پاش پاش کر دیتی ہیں محنت سے تو ان کی تکمیل ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محنت، خواہشات کی عدم تکمیل کے منافی ہے (نہ کہ ان کی تکمیل سے متناقض)۔ یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ مزدور بحیثیت مزدور کسی آرام طلب دولتمند سے کم خوش حال ہے اس کی شکستہ حالی کے اسباب کچھ اور ہی ہیں۔

جہاں تک فاقہ کشی اور بیماری کا تعلق ہے یہ چیزیں دراصل محنت سے متناقض ہیں اس لئے کہ

جب آدمی بیمار ہو یا بھوکا مر رہا ہو تو وہ محنت کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی بیماری اور فاقہ زدگی کی مناسبت سے اس کی محنت کرنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے ان دونوں کی انتہا کے معنے ہیں موت جس میں محنت کرنے کی صلاحیت صفر کے برابر ہو جاتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ سخت محنت کے بعد تکان محسوس ہوتی ہے، مگر تکان تو جسم کی غیر معمولی حالت کا نام ہے اور اس لحاظ سے بیماری کی ایک شکل ہے اسی طور پر مضر صحت ماحول میں یا اس عمر میں جب بدن کمزور ہو محنت کرنا بیماری پیدا کرتا ہے لیکن محض اس بات سے کہ تکان اور بیماری ان خاص حالات میں محنت کرنے سے رونما ہوتے ہیں ہم یہ نتیجہ نکالنے کا حق نہیں رکھتے کہ وہ محنت کے لازمی نتائج ہیں۔ یہ درحقیقت مختلف اقسام کے مظالم اور غلامی کے نتائج ہوتے ہیں جو زمانہ ماضی کے اقتصادی نظام کے بموجب ہمیشہ محنت کے ساتھ جاری و ساری رہے ہیں۔ یہ عہدِ گذشتہ کے جابر حکمرانوں اور رؤسا کا ظلم تھا کہ جس نے ان کے غلاموں کو ناقابلِ برداشت محنت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور آج کل کے تجارتی نظام کے کارفرماؤں کا ظلم ہے کہ جو اس کے ملازموں کو طویل اوقات تک مضر صحت ماحول میں اور کم عمری میں اتنا کام کرنے پر مجبور کرتا ہے جو ان کی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔ دراصل سماجی ماحول اور ضرورتوں کے سلاسل لوگوں کو ہر زمانہ میں اس قسم کے کام کرنے پر مجبور کرتے رہے ہیں کہ جسے وہ پسند نہیں کرتے اور جو اس وجہ سے ان کے لئے خوشگوار بھی نہیں ہوتے۔ رنج و کلفت کے حقیقی اسباب جنہیں جیونس اور مارشل محنت کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ سلاسل ہیں نہ کہ خود محنت۔ کینن بجا کہتا ہے کہ "محنت بذاتِ خود برائی نہیں بلکہ ایک قسم کی بھلائی ہے[1]۔"

نفسیات کا وہ نظریہ کہ جس پہ جیونس اور مارشل کے نظریہ محنت کی بنیاد ہے یہ ہے کہ قویٰ کو حرکت دینا تکلیف دہ ہے اور سکون باعثِ راحت ہے۔ یہ پرانا نظریہ ہے لیکن بیس برس سے کم ہی عرصہ گذرا کہ فشنر (FETCHNER) نے اسے مبیّن طور پہ تشکیل دیا تھا۔ یہ نظریہ واقعات کی توجیہ تو کرتا ہے مگر جیسا کہ بوہر (BUHER) کہتا ہے یہ واقعات کی توجیہہ صرف ایک ہی رخ سے کرتا ہے

---

[1] کینن "اقتصادی نظریہ پر تبصرہ" ص ۴۹۔

اور دور رخ باقی چھوڑ دیتا ہے۔ قویٰ کا سکون خوش گوار بھی ہوتا ہے مگر مسلسل سکون خوش گوار نہیں ہوتا۔ قوتوں کا ارتکاز تکلیف دہ بھی ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر موقعہ پر ایسا ہی ہو۔ انسانی زندگی کے اس ابتدائی دور میں جب بچہ چیزوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے تو ہاتھوں اور انگلیوں کی حرکت سے وہ لطف حاصل ہوتا ہے جسے بوہر فعلی لذت کہتا ہے۔ اسی طرح مختلف ادوار میں چلنے پھرنے گفتگو کرنے اور دوڑنے کے افعال۔ سال بھر کے تندرست بچہ کے افعال کا بیشتر حصہ کھیل یا تلعب پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا کھیل قویٰ کا عدم استعمال یا سکون نہیں بلکہ انہیں اس طرح حرکت دینے کا نام ہے جو پر لطف ہو۔ بچہ کے افعال تلعب کا تواتر عادات و سیرت کی تخلیق و تکوین کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جدید معلم بچوں کے کھیل کے ذریعہ سے مفید تعلیمی نتائج پیدا کرتا ہے۔ بچوں کا کھیل ایک عام میلان کا اظہار کرتا ہے اور وہ میلان بلند تر اور پیچیدہ تر افعال کی پُر لطف تکمیل کی جانب ہے۔

پھر جیسا کہ بوہر کی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے ہر قسم کا تعمیری کام خواہ وہ کسی سلسلہ میں کیوں نہ ہو خوشگوار ہوتا ہے اور موجدین اور محققین کی تخلیقی قوت خواہ علوم و سائنس کے سلسلہ میں صرف ہو خواہ ادب اور آرٹ کے یا مختلف اقسام کے سماجی نقطہائے حیات میں، بہر صورت لطف و مسرت کے عنصر سے خالی نہیں ہوتی۔ یہ لطف کام ختم کر چکنے کے بعد کے آرام کا لطف نہیں ہوتا بلکہ محقق یا موجد کے دل میں نیا خیال پیدا ہونے اور پرورش پاتے رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی ایجاد کی مسرت اسی طرح حاصل ہوتی ہے، جیسے کھیل کا لطف جو زندگی کے ابتدائی دور سے شروع ہو کر بعد کو زندگی کے تمام افعال و اعمال میں جاری و ساری رہتا ہے۔ وہ مسرت جو لوگوں کو تخلیقی کام میں حاصل ہوتی ہے وہ بنیادی عنصر ہے جو ان کے تمام اعمال و افعال میں ابتدا سے لے کر انتہا تک جاری و ساری ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ "انسانی تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترتیب کرنے والی قوتیں ایک پیچ در پیچ جال قرار دی جا سکتی ہیں کہ جس کے دھاگے نو بہ نو ایجادات اور تحقیقات کے ذخائر ہیں"۔ ہر قسم کی محنت جو آدمی کی اپنی پسند کے مطابق ہو، خواہ وہ ہاتھ پیر کی ہو خواہ دماغی، اسی تلعب کی یا جذبۂ تخلیق و تعمیر کی یا ان دونوں کے کسی مجموعہ کی کوئی نہ کوئی تغیر یافتہ شکل ہوتی ہے اور اس بنا اصلاً لذت بخش ہے وہ محنت جو آدمی کی اپنی پسند کی نہ ہو ناگوار ہوتی

ہے۔ مگر اس کی ناگواری، جیسا کہ ہم نے دیکھا، دوسرے عناصر کی پیداوار ہے، خود محنت کی نہیں۔ زندگی حرکت کا نام ہے اور سکون محض حرکت کے لئے آمادگی کے دوران کا وقفہ ہے جیننگس (JENNINGS) کی تحقیق یہ ہے کہ ادنیٰ درجے کے جانوروں کی بھی خلقی کیفیت سکون و آرام کی کیفیت نہیں، بلکہ حرکت کی حالت ہے۔ اگر سکون کامل کو حرکت کا منتہائے مقصود سمجھا جائے تو یہ موت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگرچہ ہم سب کی زندگی کا خاتمہ موت ہی پر ہے موت کو ہماری زندگی کا منتہائے مقصود نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ محنت کو بنفسہا ناخوشگوار سمجھنا اور سکون کو بالذات خوشگوار قرار دینا ایک ایسی غلطی ہے کہ جس کی نا مکمل تجربہ پر ہے ہر قسم کی جد و جہد جو اپنی پسند کے مطابق ہو اتنی ہی خوشگوار ہوتی ہے جتنا سکون جو دراصل آئندہ جد و جہد کے لئے تیاری کا نام ہے چنانچہ افادی تجزیہ کے مطابق مفید ہے وہ محنت جو دراصل اس نام کی مستحق ہے اس بنا پر ذہنی افادہ ہے نہ کہ منافی افادہ۔

قدرت انسان کے لئے اتنی ظالم تو نہیں کہ اس نے اس کی ہر قسم کی محنت کو تکلیف دہ بنا دیا ہو۔ شوپنہار کی قنوطیت اب افسانۂ ماضی ہو چکی نہ صرف محنت بلکہ عمومی طور پر انسان کے اعمال و افعال کا تمام سلسلہ اگر اپنی راہ آپ نکالنے پائے تو مجموعی حیثیت سے خوش گوار نظر آتا ہے۔ اس کی خوش گواری کسی نہ کسی طور پر مارشل کو بھی تسلیم کرنا پڑتی ہے جب وہ یہ کہتا ہے کہ "بعض اوقات لوگ کام کے لئے اس طرح بے چین ہوتے ہیں کہ وہ کام کرنے کا موقعہ حاصل کرنے کے لئے کچھ تاوان برداشت کرنے کے لئے بھی تیار ہو جا سکتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ کام کرنا بذاتہ تندرست آدمی کا مقصد ہوتا ہے۔ مثلاً سیاسی کارکن عموماً کچھ کام کرنے کا موقع حاصل ہو جانے کو اپنے لئے ایک قسم کی رعایت سمجھتے ہیں۔"[1] یہاں ہم یہ بھی کہیں گے کہ وہ لوگ بھی جو بے فکر ہیں اور جنہیں کام کرنے کی ضرورت (فکر معاش کے سلسلہ میں) نہیں، وہ بھی اپنے لئے کسی نہ کسی قسم کا مشغلہ حاصل کئے بغیر خوش نہیں رہ سکتے۔

انسانی افعال (بھڑوں کے جیسے چھتہ بنانے والے پتنگوں کے افعال سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں جو پہلے گھر بناتا ہے، اس میں انڈے دیتا ہے پھر اس میں کیڑے مکوڑے بھر کر اس کا منہ بند کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ افعال کا ایک سلسلہ ہے یا بہت سی جبلی کیفیات کے مظاہر کا تواتر کہ جو ماحول کے اثر سے پیدا ہوتی

---

[1] مارشل "اصولِ اقتصادیات" صہ ۲۳۲

ہیں۔ اس سے ٹکراتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی کیفیت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ انسان میں ارتقائے ذاتی، ضروریاتِ زندگی کے حصول کی کوشش، رشتۂ ازدواج، بچوں سے، سماج سے اور تمام عالم سے تعلق، یہ سب مختلف شعبہ ہائے حیات اسی ایک اندرونی خواہش یا فطری جذبہ پر مبنی ہیں۔ جب ان جذبات کو آزادانہ طور پر ظہور کا موقعہ حاصل ہوتا ہے تو وہ خوشگوار اثرات پیدا کرتے ہیں اور ان کے اظہار میں کسی قسم کی رکاوٹ خواہ وہ فطری اسباب کی بنا پر ہو یا سماجی عادات کی وجہ سے، ناگواری پیدا کرتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ناگوار اثرات کا باعث ہو تو قصور اس جذبہ یا خواہش کا نہیں بلکہ اس سماجی نظام کا اور دیگر حالات کا ہے کہ جو اس سے متصادم ہوتے ہیں۔ ایک ایسے کاروباری نظام میں کہ جس میں بقول برٹرینڈ رسل (BERTRAND RUSSELL) کام کرنے والوں کو بہت طویل اوقات تک کام کرنا پڑتا ہے اور باقی لوگ بیکار رہ جانے کے سبب سے بھوکوں مرتے ہیں، کام اور کام کے حصول کی کوشش، دونوں کا ناخوشگوار ہونا لازمی ہے لیکن خود کام کی فطرت میں ناگواری کا عنصر شامل نہیں۔ وہ چیز جو دراصل تکلیف کا باعث ہے وہ اقتصادی نظام ہے کہ جس کی ترویج و اشاعت خود جیونس اور مارشل کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے سیاسی افکار

پروفیسر رشید احمد

مختلف زمانوں اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے بارہ مسلمان مفکروں کے نظریات پیش کئے گئے ہیں اور قرآنی نظریۂ مملکت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کو تمام مفکروں نے اپنے نظریات کی بنیاد قرار دیا ہے ۔ قیمت ۵ روپے ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ۔ سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ ۔ لاہور